

مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الصَّلَةُ فَسَيُرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ إِنْ تَحْرِصُ عَلَى هُدًى لَهُمْ فَإِنَّ
اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضْلِلُ وَمَا لَهُمْ مِنْ نِصْرَىٰ ۝ وَأَقْسَمُوا
بِاللَّهِ جَهَدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمْوَى ۝ بَلِّي وَعْدًا
عَلَيْهِ حَقًّا ۝ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ لِلَّبِيَّنَ لَهُمْ
الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلَيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا

[٣٢] اور کسی پر ضلالت مسلط ہو گئی۔ پھر ذرا زیمن میں چل پھر کردیکھ لو کہ جھلانے والوں کا کیا انجام ہو چکا ہے — اے نبی، تم چاہے ان کی ہدایت کے لیے کتنے ہی حریص ہو، مگر اللہ جس کو بھٹکا دیتا ہے پھر اسے ہدایت نہیں دیا کرتا اور اس طرح کے لوگوں کی مدد کوئی نہیں کر سکتا۔

یہ لوگ اللہ کے نام سے کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ”اللہ کسی مرنے والے کو پھر سے زندہ کر کے نہ اٹھائے گا“ — اٹھائے گا کیوں نہیں، یہ تو ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنا اس نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اور ایسا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ اللہ ان کے سامنے اس حقیقت کو کھول دے جس کے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں، اور منکرین حق کو معلوم ہو جائے کہ

حاصل نہیں ہے، تو اس کے بعد ہماری مشیت کی آڑ لے کر تمہارا اپنی گمراہیوں کو جائز تھیں انا صاف طور پر یہ معنی رکھتا ہے کہ تم چاہتے تھے کہ ہم سمجھانے والے رسول سمجھنے کے بجائے ایسے رسول سمجھتے جو ہاتھ پکڑ کر تم کو غلط راستوں سے کھینچ لیتے اور زبردستی تمہیں راست رو بناتے۔ (مشیت اور رضا کے فرق کو سمجھنے کے لیے ملاحظہ ہو سورہ انعام، حاشیہ ۸۰۔ سورہ زمر، حاشیہ ۲۰)

[٣٣] یعنی ہر پیغمبر کی آمد کے بعد اس کی قوم و حضور میں تقسیم ہوئی۔ بعض نے اس کی بات مانی (اور یہ مان لینا اللہ کی توفیق سے تھا) اور بعض اپنی گراہی پر مجھے رہے۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ انعام، حاشیہ ۲۸)

[٣٤] یعنی تجربے سے بڑھ کر تحقیق کے لیے قابل اعتماد کسوٹی اور کوئی نہیں ہے۔ اب تم خود دیکھ لو کہ تاریخ انسانی کے پے در پے تجربات کیا ثابت کر رہے ہیں۔ عذاب الہی فرعون وآل فرعون پر آیا موتی و ربی اسرائیل پر؟ صالح کے جھلانے والوں پر آیا یاما نے والوں پر؟ ہود اور نوح اور دوسرے انبیاء کے منکرین پر آیا موتیں پر؟ کیا واقعی ان تاریخی تجربات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جن لوگوں کو ہماری مشیت نے شرک اور شریعت سازی کے ارتکاب کا موقع دیا تھا ان کو ہماری رضا حاصل تھی؟ اس کے برعکس یہ واقعات تو صریح یا ثابت کر رہے ہیں کہ فہمائش اور نصیحت کے باوجود جو لوگ ان گمراہیوں پر اصرار کرتے ہیں انہیں ہماری مشیت ایک حد تک ارتکاب جرم کا موقع دیتی چلی جاتی ہے اور پھر ان کا سفینہ خوب بھر جانے کے بعد ڈبو دیا جاتا ہے۔

۵ كُلَّذِيْنَ ۖ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَئِيْعٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ تَقُولَ لَهُ
۶ كُنْ فَيَكُونُ ۖ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اظْلَمُهُوا
۷ لَبْنَوْءَنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۗ وَلَا جَرْأَةُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُهُمُ الَّذِيْنَ

[۳۵] وہ جھوٹے تھے۔ [۳۵] (رہا اس کا امکان، تو) ہمیں کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے اس سے زیادہ کچھ کرنا نہیں ہوتا کہ اسے حکم دیں ”ہوجا“ اور بس وہ ہو جاتی ہے۔ [۳۶] اج جو لوگ ظلم سنبھلنے کے بعد اللہ کی خاطر ہجرت کر گئے ہیں ان کو ہم دنیا ہی میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو، بہت بڑا ہے۔

[۳۵] یہ حیات بعد الموت اور قیام حشر کی عقلی اور اخلاقی ضرورت ہے۔ دنیا میں جب سے انسان پیدا ہوا ہے، حقیقت کے بارے میں بے شمار اختلافات رونما ہوئے ہیں۔ انہی اختلافات کی بنا پر نسلوں اور قوموں اور خاندانوں میں بچھوت پڑی ہے۔ انہی کی بنا پر مختلف نظریات رکھنے والوں نے اپنے الگ مذهب، الگ معاشرے، الگ تمدن بنائے یا اختیار کیے ہیں۔ ایک ایک نظریہ کی حمایت اور دکالت میں ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے مختلف زمانوں میں جان، مال، آرزو، ہر چیز کی بازی لگادی ہے۔ اور بے شمار موقع پر ان مختلف نظریات کے حامیوں میں ایسی سخت کشاش ہوئی ہے کہ ایک نے دوسرے کو بالکل منادیں کی کوشش کی ہے، اور منہنے والے نے منہنے مٹتے بھی اپنا نقطہ نظر نہیں چھوڑا ہے۔ عقل چاہتی ہے کہ ایسیں اہم اور سبجدیدہ اختلافات کے متعلق بھی تو صحیح اور تلقین طور پر معلوم ہو کہ فی الواقع ان کے اندر حق کیا تھا اور باطل کیا، راستی پر کون تھا اور ناراستی پر کون۔ اس دنیا میں تو کوئی امکان اس پر دے کے اٹھنے کا نظر نہیں آتا۔ اس دنیا کا نظام ہی کچھ ایسا ہے کہ اس میں حقیقت پر سے پرداہ اٹھنے نہیں سکتا۔ الہ الاحوال عقل کے اس تقاضے کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرا ہی عالم درکار ہے۔

اور یہ صرف عقل کا تقاضا ہی نہیں ہے بلکہ اخلاق کا تقاضا بھی ہے۔ کیونکہ ان اختلافات اور ان کش مکشوں میں بہت سے فریقوں نے حصہ لیا ہے۔ کسی نے ظلم کیا ہے اور کسی نے سہا ہے۔ کسی نے قربانیاں کی ہیں اور کسی نے ان قربانیوں کو وصول کیا ہے۔ ہر ایک نے اپنے نظریے کے مطابق ایک اخلاقی فلسفہ اور ایک اخلاقی روایہ اختیار کیا ہے اور اس سے اربوں اور کھربوں انسانوں کی زندگیاں برے یا بھلے طور پر متاثر ہوئی ہیں۔ آخر کوئی وقت تو ہونا چاہیے جب کہ ان سب کا اخلاقی نتیجہ صلے یا سزا کی شکل میں ظاہر ہو۔ اس دنیا کا نظام اگر صحیح اور مکمل اخلاقی نتائج کے ظہور کا متحمل نہیں ہے تو ایک دوسرا دنیا ہوئی چاہیے جہاں یہ نتائج ظاہر ہو سکیں۔

[۳۶] یعنی لوگ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ پیدا کرنا اور تمام اگلے بچھلے انسانوں کو بیک وقت جلا اٹھانا کوئی بڑا ہی مشکل کام ہے۔ حالانکہ اللہ کی قدرت کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے کسی ارادے کو پورا کرنے کے لیے کسی سروسامان، کسی سبب اور وسیلے، اور کسی سازگاری احوال کا محتاج نہیں ہے۔ اس کا ہر ارادہ محض اس کے حکم سے پورا ہوتا ہے۔ اس کا حکم ہی سروسامان وجود میں لاتا ہے۔ اس کے حکم ہی سے اسباب و وسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کا حکم ہی اس کی مراد کے عین مطابق احوال تیار کر لیتا ہے۔ اس وقت جو دنیا موجود ہے یہ بھی مجرد حکم سے وجود میں آتی ہے، اور دوسرا دنیا بھی آنا فانا صرف ایک حکم سے ظہور میں آسکتی ہے۔

[۳۷] یہ اشارہ ہے ان مہاجرین کی طرف جو کفار کے مقابل برداشت مظالم سے تنگ آ کر کے سے جبش کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ منکرین آخرت کی بات کا جواب دینے کے بعد یک مہاجرین جو شہزاد کا ذکر چھیند ہے میں ایک اطیف نکتہ پوشیدہ ہے۔ اس سے مقصود

كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ إِنَّمَا صَبَرُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٤﴾
 وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَسَأَلُوا أَهْلَ
 الْذِكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥﴾ بِالْبَيِّنَاتِ وَالْزَّبِيرِ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ
 الْذِكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦﴾

کاش جان لیں وہ مظلوم جنہوں نے صبر کیا ہے اور جو اپنے رب کے ہمراستے پر کام کر رہے ہیں (کہ کیسا اچھا انجام ان کا منتظر ہے)۔

اے نبی، ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں آدمی ہی بھیجے ہیں جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ [۳۸] اہل ذکر سے اپوچھ لوگ تم لوگ خود نہیں جانتے۔ پچھلے رسولوں کو بھی ہم نے روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا تھا، اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو اُن کے لیے اتاری گئی ہے، اور تاکہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں۔

کفار مکد کو متنبہ کرنا ہے کہ ظالموا یہ جفا کاریاں کرنے کے بعد اب تم سمجھتے ہو کہ کبھی تم سے باز پرس اور مظلوموں کی دادرسی کا وقت ہی نہ آئے گا۔ [۳۹] یہاں مشرکین مکد کے ایک اعتراض کو نقل کیے بغیر اس کا جواب دیا جا رہا ہے۔ اعتراض وہی ہے جو پہلے بھی تمام انبیاء پر ہو چکا تھا اور نبی ﷺ کے معاصرین نے بھی آپ پر بارہا کیا تھا کہ تم ہماری ہی طرح کے انسان ہو، پھر ہم کیے مان لیں کہ خدا نے تم کو پیغام برنا کر بھیجا ہے۔

[۴۰] یعنی علماء اہل کتاب، اور وہ دوسرے لوگ جو چاہے مکہ بند علماء نہ ہوں مگر بہر حال کتب آسمانی کی تعلیمات سے واقف اور انبیاء سابقین کی سرگزشت سے آگاہ ہوں۔

[۴۱] تشریح و توضیح صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی، اور اپنی رہنمائی میں ایک پوری مسلموسماں کی تخلیل کر کے بھی، اور ”ذکر الہی“ کے منشائے مطابق اُس کے نظام کو چلا کر بھی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے وہ حکمت بیان کر دی ہے جس کا تقاضا یہ تھا کہ لازماً ایک انسان ہی کو پیغام برنا کر بھیجا جائے۔ ”ذکر“ فرشتوں کے ذریعہ سے بھی بھیجا جا سکتا تھا۔ براہ راست چھاپ کر ایک ایک انسان تک بھی پہنچایا جا سکتا تھا۔ مگر حض ذکر بھیج دینے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت اور ربوبیت اس کی تنزیل کی متقاضی تھی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کہ اس ”ذکر“ کو ایک قابل ترین انسان لے کر آئے۔ وہ اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ جن کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئے اس کا مطلب سمجھائے۔ جنہیں کچھ شک ہو ان کا شک رفع کرے، جنہیں کوئی اعتراض ہو ان کے اعتراض کا جواب دے۔ جو نہ مانیں اور خلافت اور مراہم کریں ان کے مقابلے میں وہ اس طرح کاروباریہ برت کر دکھائے جو اس ”ذکر“ کے حاملین کی شان کے شایان ہے۔ جو مان لیں انہیں زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو کے متعلق بدایات دے، ان کے سامنے خود اپنی زندگی کو نمونہ بنانا کر پیش کرے، اور ان کو انفرادی

**أَفَآمِنَ الَّذِينَ مَكْرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ
أَوْ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٦﴾**

پھر کیا وہ لوگ جو (دعوت پیغمبرؐ کی مخالفت میں) بدتر سے بدتر چالیں چل رہے ہیں اس بات سے بالکل ہی بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسادے، یا ایسے گوشے سے ان پر عذاب لے آئے جدھر سے اس کے آنے کا ان کو وہم و مگان تک نہ ہو، یا اچانک چلتے پھرتے ان کو پکڑ لے،

و اجتماعی تربیت دے کر ساری دنیا کے سامنے ایک ایسی سوسائٹی کو بطور مثال رکھ دے جس کا پورا اجتماعی نظام ”ذکر“ کے نشا کی شرح ہو۔ یہ آیت جس طرح ان منکرین نبوت کی جھت کے لیے قاطع تھی جو خدا کا ”ذکر“ بشر کے ذریعہ سے آنے کو نہیں مانتے تھے، اسی طرح آج یہ ان منکرین حدیث کی جھت کے لیے بھی قاطع ہے جو نبی کی تشریح و توضیح کے بغیر صرف ”ذکر“ کو لے لینا چاہتے ہیں۔ وہ خواہ اس بات کے قائل ہوں کہ نبی نے تشریح و توضیح کچھ بھی نہیں کی تھی صرف ذکر پیش کر دیا تھا، یا اس کے قائل ہوں کہ ماننے کے لائق صرف ذکر ہے نہ کہ نبی کی تشریح، یا اس کے قائل ہوں کہ اب ہمارے لیے صرف ذکر کافی ہے نبی کی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں، یا اس بات کے قائل ہوں کہ اب صرف ذکر ہی قابل اعتماد حالات میں باقی رہ گیا ہے، نبی کی تشریح یا توباتی ہی نہیں رہی یا باقی ہے بھی تو بھروسے کے لائق نہیں ہے۔ غرض ان چاروں باتوں میں سے جس بات کے بھی وہ قائل ہوں، ان کا مسلک بہر حال قرآن کی اس آیت سے نکلا تا ہے۔

اگر وہ پہلی بات کے قائل ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی نے اُس نشا ہی کو فوت کر دیا جس کی خاطر ذکر کو فرشتوں کے ہاتھ چھینجئے یا براہ راست لوگوں تک پہنچادیئے کے بجائے اسے واسطہ تبلیغ بنایا گیا تھا۔

اور اگر وہ دوسری یا تیسرا بات کے قائل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ میاں نے (معاذ اللہ) یہ فضول حرکت کی کہ اپنا ”ذکر“ ایک نبی کے ذریعہ سے بھیجا۔ کیونکہ نبی کی آمد کا حاصل بھی وہی ہے جو نبی کے بغیر صرف ذکر کے مطبوعہ شکل میں نازل ہو جانے کا ہو سکتا تھا۔ اور اگر وہ چوتھی بات کے قائل ہیں تو دراصل یہ قرآن اور نبوت محمدؐ، دونوں کے شیخ کا اعلان ہے جس کے بعد اگر کوئی مسلک معقول باقی رہ جاتا ہے تو وہ صرف ان لوگوں کا مسلک ہے جو ایک نبی نبوت اور نبی وحی کے قائل ہیں۔ اس لیے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید کے مقصد نزول کی تجھیل کے لیے نبی کی تشریح کو ناگزیر یہی سرہ رہا ہے اور نبی کی ضرورت ہی اس طرح ثابت کر رہا ہے کہ وہ ذکر کے نشا کی توضیح کرے۔ اب اگر منکرین حدیث کا یہ قول صحیح ہے کہ نبی کی توضیح و تشریح دنیا میں باقی نہیں رہی ہے تو اس کے دو نتیجے کھلے ہوئے ہیں۔ پہلا نتیجہ یہ ہے کہ نمونہ اتباع کی حیثیت سے نبوت محمدؐ ختم ہو گئی اور ہمارا تعلق محمد ﷺ کے ساتھ صرف اس طرح کا رہ گیا جیسا ہو دا اور صالح اور شعیب علیہم السلام کے ساتھ ہے کہ ہم ان کی تقدیم کرتے ہیں، ان پر ایمان لاتے ہیں، مگر ان کا کوئی اسوہ ہمارے پاس نہیں ہے جس کا ہم اتباع کریں۔ یہ چیز نبی نبوت کی ضرورت آپ سے آپ ثابت کر دیتی ہے، صرف ایک بے وقوف ہی اس کے بعد ختم نبوت پر اصرار کر سکتا ہے۔ دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ اکیلا قرآن نبی کی تشریح و تبیین کے بغیر خود اپنے بھیجنے والے کے قول کے مطابق ہدایت کے لیے ناکافی ہے، اس لیے قرآن کے ماننے والے خواہ کتنے ہی زور سے جیخ جیخ کرائے جائے خود کافی قرار دیں، مدعاً سست کی حمایت میں گواہان چست کی بات ہرگز نہیں چل سکتی اور ایک نبی کتاب کے نزول کی ضرورت آپ سے آپ خود قرآن کی رو سے ثابت ہو جاتی ہے۔ قاتلهم اللہ، اس طرح یہ لوگ حقیقت میں انکاحدیث کے ذریعے سے دین کی جڑ کھود رہے ہیں۔

تَقْلِيْهِمْ فَهَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ أَوْ يَا خَذْهُمْ عَلَى تَخْوِفٍ ۝ فَإِنَّ رَبَّكُمْ
لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ أَوَ لَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۝ يَتَفَقَّهُوا
ظَلَلَهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدَ اللَّهُ وَهُمْ دَخْرُونَ ۝
وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَآبَةٍ وَالْمَلَائِكَةُ
وَهُمْ لَا يُسْتَكِبِرُونَ ۝ يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مَنْ فُوقَهُمْ وَيَقْعُلُونَ
مَا يُؤْمِرُونَ ۝ وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَسْخِذُ وَالْهَمَنُ اثْنَيْنِ ۝ إِنَّمَا هُوَ
إِلَهٌ وَّاَحِدٌ ۝ فَإِنَّمَا فَارْهَبُونَ ۝ وَلَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

یا ایسی حالت میں انھیں پکڑے جب کہ انھیں خود آنے والی مصیبت کا کھلاگا ہوا ہوا اور وہ اس سے بچنے کی فکر میں چوکنے ہوں؟ وہ جو کچھ بھی کرنا چاہے یہ لوگ اس کو عاجز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی نرم خوار رحیم ہے۔

اور کیا یہ لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی کسی چیز کو بھی نہیں دیکھتے کہ اس کا سایہ کس طرح اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں گرتا ہے؟^[۳۱] سب کے سب اس طرح اظہار عجز کر رہے ہیں۔ زمین اور آسمانوں میں جس قدر جان دار مخلوقات ہیں اور جتنے ملائکہ ہیں سب اللہ کے آگے سر بخود ہیں۔^[۳۲] وہ ہرگز سرکشی نہیں کرتے، اپنے رب سے جو اُن کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسی کے مطابق کام کرتے ہیں یعنی اللہ کا فرمان ہے کہ ”دو خدا نہ بنالو“^[۳۳] خدا تو بس ایک ہی ہے، لہذا تم مجھی سے ڈرو۔ اُسی کا ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

[۳۱] یعنی تمام جسمانی اشیاء کے سامنے اس بات کی علامت ہیں کہ پہاڑ ہوں یا درخت، جانور ہوں یا انسان، سب کے سب ایک ہمہ گیر قانون کی گرفت میں جذبے ہوئے ہیں، سب کی پیشانی پر بندگی کا داعنگ لگا ہوا ہے، الوجیت میں کسی کا کوئی ادنی حصہ بھی نہیں ہے۔ سایہ پرنا ایک چیز کے ماڈل ہونے کی کھلی علامت ہے، اور ماڈل ہونا بندہ مخلوق ہونے کا کھلاشتہ۔

[۳۲] یعنی زمین ہی کی نہیں، آسمانوں کی بھی وہ تمام ہستیاں جن کو قدیم زمانے سے لے کر آج تک لوگ دیوی، دیوتا اور خدا کے رشتہ دار تحریراتے آئے ہیں دراصل غلام اور تابع دار ہیں۔ ان میں سے بھی کسی کا خداوندی میں کوئی حصہ نہیں۔ ضمناً اس آیت سے ایک اشارہ اس طرف بھی نکل آیا کہ جان دار مخلوقات صرف زمین ہی میں نہیں ہیں بلکہ عالم بالا کے سیاروں میں بھی ہیں۔

[۳۳] دو خداوں کی نفعی میں دو سے زیادہ خداوں کی نفعی آپ سے آپ شامل ہے۔

وَلَهُ الدِّينُ وَاصِبًا أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَسْقُونَ ۝ وَمَا يُكْرِمُ مِنْ نِعْمَةٍ
فَهِنَّ اللَّهُ ثُمَّ إِذَا مَسَكُمُ الظُّرُفَ فَإِلَيْهِ تَجْرُونَ ۝ ثُمَّ إِذَا
كَشَفَ الظُّرُفَ عَنْكُمْ إِذَا قَرِيقٌ مِنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝
لَيَكُفِرُوا بِمَا أَتَيْنَاهُمْ فَتَمْتَعُوا فِي سُوقٍ تَعْلَمُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ
لِهَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِثْمَارَ زَقْنَهُمْ تَالِلَّهُ لَتَسْعَلُنَّ عَهَا كُنْتُمْ

[۳۵] اور خالصاً اسی کا دین (ساری کائنات میں) چل رہا ہے۔ [۳۶] پھر کیا اللہ کو چھوڑ کر تم کسی اور سے تقویٰ کرو گے؟
تم کو جو نعمت بھی حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ پھر جب کوئی سخت وقت تم پر آتا ہے تو تم لوگ خود
اپنی فریادیں لے کر اسی کی طرف دوڑتے ہو۔ [۳۷] مگر جب اللہ اس وقت کو نال دیتا ہے تو یا کیک تم میں سے ایک گروہ
اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو (اس مہربانی کے شکریے میں) شریک کرنے لگتا ہے۔ [۳۸] تاکہ اللہ کے احسان کی ناشکری
کرے۔ اچھا، مزے کرو، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

[۳۸] یہ لوگ جن کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں [۳۹] ان کے حصے ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے مقرر کرتے
ہیں۔ [۴۰] خدا کی قسم، ضرور تم سے پوچھا جائے گا کہ یہ جھوٹ تم نے کیسے گھر لیے تھے؟

[۳۲] دوسرے الفاظ میں اسی کی اطاعت پر اس پورے کارخانہِ جستی کا نظام قائم ہے۔

[۳۵] بالفاظ دیگر کیا اللہ کے بجائے کسی اور کا خوف اور کسی اور کی ناراضی سے بچنے کا جذبہ تمہارے نظام زندگی کی بنیاد بنے گا؟

[۳۶] یعنی یہ توحید کی ایک صریح شہادت تمہارے اپنے نفس میں موجود ہے۔ سخت مصیبت کے وقت جب تمام من گھرست
قصورات کا زنگ ہٹ جاتا ہے تو تھوڑی دیر کے لیے تمہاری اصل فطرت ابھر آتی ہے جو اللہ کے سوا کسی الله، کسی رب، اور کسی مالک
ذی اختیار کو نہیں جانتی۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورة انعام، جواشی ۲۹ و ۳۱)

[۳۷] یعنی اللہ کے شکریے کے ساتھ ساتھ کسی بزرگ یا کسی دیوی دیوتا کے شکریے کی بھی نیاز میں اور نذر میں چڑھانی شروع کر دیتا
ہے اور اپنی بات بات سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کے نزدیک اللہ کی اس مہربانی میں ان حضرات کی مہربانی کا بھی دخل تھا، بلکہ اللہ ہرگز
مہربانی نہ کرتا اگر وہ حضرت مہربان ہو کر اللہ کو مہربانی پر آمادہ نہ کرتے۔

[۳۸] یعنی جن کے متعلق کسی مستند ذریعہ علم سے انہیں یہ تحقیق نہیں ہوا ہے کہ اللہ میاں نے ان کو واقعی شریک خدا نامزد کر رکھا
ہے، اور اپنی خدائی کے کاموں میں سے کچھ کام یا اپنی سلطنت کے علاقوں میں سے کچھ علاقے ان کو سونپ رکھے ہیں۔

[۳۹] یعنی ان کی نذر، نیاز اور بھینٹ کے لیے اپنی آدمیوں اور اپنی اراضی کی پیداوار میں سے ایک مقرر حصہ الگ نکال رکھتے ہیں۔

تَفَرَّوْنَ ۝ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنْتَ سُبْحَنَةً لَا وَلَّهُمْ مَا يَشْتَهُونَ ۝
 وَإِذَا بُشِّرَ أَهْدُ هُمْ بِالْأُنْثَى طَلَّ وَجْهُهُمْ مُسَوَّدًا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝
 يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيْمَسِكُهُ عَلَى هُوْنٍ أَمْ
 يَدْسُسُهُ فِي التُّرَابِ أَلَّا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
 بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السُّوءِ وَلِلَّهِ الْمُثَلُ الْأَعْلَى وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
 وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَلِكُنْ
 يُؤَخِّرُهُمْ إِلَى آجَلٍ مُسَتَّعٍ فَإِذَا جَاءَهُمْ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ
 سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصُفُ

[۵۰] یہ خدا کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! اور ان کے لیے وہ جو یہ خود چاہیں؟ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلوں چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔ سو چتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبادے؟۔ دیکھو کیسے برے حکم ہیں جو یہ خدا کے بارے میں لگاتے ہیں۔ بری صفات سے متصف کیے جانے کے لائق تو وہ لوگ ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے۔ رہا اللہ، تو اس کے لیے سب سے برتر صفات ہیں، وہی تو سب پر غالب اور حکمت میں کامل ہے۔

اگر کہیں اللہ لوگوں کو ان کی زیادتی پر فوراً ہی پکڑ لیا کرتا تو روئے زمین پر کسی تنفس کو نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ سب کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیتا ہے، پھر جب وہ وقت آ جاتا ہے تو اس سے کوئی ایک گھری بھر بھی آگے پیچپے نہیں ہو سکتا۔ آج یہ لوگ وہ چیزیں اللہ کے لیے تجویز کر رہے ہیں جو خود اپنے لیے انھیں ناپسند ہیں، اور جھوٹ کہتی ہیں

[۵۰] مشرکین عرب کے معبدوں میں دیوتا کم تھے، دیویاں زیادہ تھیں، اور ان دیویوں کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اسی طرح فرشتوں کو بھی وہ خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔

[۵۱] یعنی بیٹی۔

[۵۲] یعنی اپنے لیے جس بیٹی کو یہ لوگ اس قدر موجب نگ و عار سمجھتے ہیں، اسی کو خدا کے لیے بلا تأمل تجویز کردیتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ خدا کے لیے اولاد تجویز کرنا بجائے خود ایک شدید جہالت اور گستاخی ہے، مشرکین عرب کی اس حرکت پر یہاں اس خاص پہلو سے گرفت اس لیے کی گئی ہے کہ اللہ کے متعلق ان کے تصور کی پستی واضح کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ مشرکانہ عقائد نے اللہ کے معاملے میں ان کو کس قدر جری اور گستاخ ہے اور وہ کس قدر بے حس ہو چکے ہیں کہ اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے کوئی قبادت تک محسوس نہیں کرتے۔

السِّنَّتُهُمُ الْكَذَّابُ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنَىٰ لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ
وَأَنَّهُمْ مُقْرَطُونَ ۝ تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَيْ أُمَّةٍ مِّنْ قَبْلِكَ
فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمْ
الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ ۝ وَهُدًىٰ وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝
وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۝ إِنَّ
۝ فِي ذَلِكَ لَذِيَّةٌ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةٌ ۝

ان کی زبانیں کہ ان کے لیے بھلا ہی بھلا ہے۔ ان کے لیے تو ایک ہی چیز ہے، اور وہ ہے دوزخ کی آگ۔ ضرور یہ سب سے پہلے اس میں پہنچائے جائیں گے۔

خدا کی قسم، اے نبی، تم سے پہلے بھی بہت سی قوموں میں ہم رسول بھیج چکے ہیں (اور پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے کہ) شیطان نے اُن کے برے کرتوں انھیں خوش نما بنا کر دکھائے (اور رسولوں کی بات انہوں نے مان کر نہ دی)۔ وہی شیطان آج ان لوگوں کا بھی سر پرست بنا ہوا ہے اور یہ در دن اک سزا کے مستحق بن رہے ہیں۔ ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے کہ تم اُن اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دو جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب رہنمائی اور رحمت بن کر اتری ہے اُن لوگوں کے لیے جو اسے مان لیں۔^[۵۲]

(تم ہر برسات میں دیکھتے ہو کہ) اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور یک ایک مردہ پڑی ہوئی زمین میں اس کی بدولت جان ڈال دی۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے سننے والوں کے لیے۔^[۵۳]
اور تمہارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے۔

[۵۳] دوسرے الفاظ میں، اس کتاب کے نزول سے ان لوگوں کو اس بات کا بہترین موقع ملا ہے کہ اوہاں اور تقیدی تحریفات کی بنا پر جن بے شمار مختلف مسلکوں اور مذاہبوں میں یہ بٹ گئے ہیں اُن کے بجائے صداقت کی ایک ایسی پاسیدار بیانیاد پالیں جس پر یہ سب متفق ہو سکیں۔ اب جو لوگ اتنے بے وقوف ہیں کہ اس نعمت کے آجائے پر بھی اپنی بچھلی حالت ہی کو ترجیح دے رہے ہیں وہ تباہی اور ذلت کے سوا اور کوئی انجام دیکھنے والے نہیں ہیں۔ اب تو سیدھا راست وہی پائے گا اور وہی برکتوں اور رحمتوں سے مالا مال ہو گا جو اس کتاب کو مان لے گا۔

[۵۴] یعنی یہ منظر ہر سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گزرتا ہے کہ زمین بالکل چھیل میدان پر پڑی ہوئی ہے، زندگی کے کوئی آثار موجود نہیں، نہ گھاٹ پھوٹس ہے، نہ بیل بوٹے، نہ بچھوں پتی اور نہ کسی قسم کے حشرات الارض۔ اتنے میں بارش کا موسم آگیا اور ایک دوچھینی پڑتے ہی اُسی زمین سے زندگی کے چشمے الخنز شروع ہو گئے۔ زمین کی تہوں میں دبی ہوئی بے شمار جزویں لیکا یک جی اٹھیں اور ہر ایک کے اندر سے وہی نباتات پھر برآمد ہو گئی جو بچھلی برسات میں پیدا ہونے کے بعد مر چکی تھی۔ بے شمار حشرات الارض جن کا نام و نشان